

استانبول میں تبرکاتِ نبوی

ثروتِ صولت

استانبول کو صرف اپنے خوب صورت تاریخی مناظر بے مثل کُتب خانوں اور حسین محرومی میناروں والی مسجدوں ہی کی وجہ سے ایک امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ وہاں کے عجائب گھر بھی اسلامی دُنیا میں ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ شاید اسلامی دُنیا کا کوئی شہر عجائب گھروں کی کثرت اور ان میں پائے جانے والے نوادرات کی گونا گونی میں استانبول کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پھر ان عجائب گھروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں لوٹ مار کا مالِ حج نہیں ہے بلکہ ان میں علم و فنِ صنعت و حرفتِ تمدن اور تاریخی اہمیت اور عظمت کے ایسے نوادراتِ حج ہیں جو صرف مسلمانوں، ترکوں اور ترکی کی قبل از اسلام تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

عثمانی سلطنت اپنے عروج کے زمانہ میں اس وقت کی عظیم ترین اور طاقتور ترین سلطنت تھی عثمانی ترکوں کا اقتدار دُنیا کے تین براعظموں تک پھیلا ہوا تھا اور ان کی حدود میں وہ تمام علاقے آگئے تھے جن کو انسانی تاریخ کا گہوارہ کہا جاتا ہے، جہاں دُنیا کے تین بڑے مذاہب کا آغاز ہوا اور جہاں مسلمانوں کے مقدس ترین شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ واقع ہیں۔ اموی سلطنت کا دار الخلافہ دمشق، عباسی سلطنت کا دار الخلافہ بغداد اور فاطمی سلطنت، ایوبی سلاطین اور ممالکِ مصر کا دار الحکومت قاہرہ سلطنتِ عثمانیہ کی حدود میں تھے۔ سید المرعش عثمانی سلاطین نے اپنی اس مخصوص حیثیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اس تاریخی ورثہ کو محفوظ کرنے کی سعی المقدور کوشش کی جو اس وسیع خطہ میں نشوونما پانے والے تمدنوں کے وارث کی حیثیت سے ان کو منتقل ہوا تھا۔

استانبول کے عجائب گھروں میں سب سے شاندار توپِ قاپانی یا توپِ قاپوسرائے کے عجائب گھر ہے۔ توپِ قاپوسرائے دراصل محلات کے ایک سلسلہ کا نام ہے جو شاخِ زرین اور بحیرہ مرمرہ کے نقطہ انصال

کے قریب ہزاروں مربع گز کے رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی تعمیر کا آغاز اتانول کی فتح کے بعد ۱۴۵۹ء میں سلطان محمد فاتح نے کیا تھا۔ بعد کے عثمانی سلاطین اس میں اضافے کرتے گئے اور یہ سلسلہ انیسویں صدی تک جاری رہا۔ چونکہ یہ محلات مختلف ادوار میں بنائے گئے ہیں اس لئے وہ فنی اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر سلطان نے اپنے مذاق اور خواہش کے مطابق اضافے کئے جس کی وجہ سے ایک ایسا تنوع پیدا ہو گیا ہے جو سیاحوں کے لئے بڑی دلکشی رکھتا ہے۔

ترکی میں جمہوریت کے قیام کے بعد ۱۹۲۴ء میں توپ تاپو کو ایک عجائب گھر میں تبدیل کر دیا گیا ہے جس میں سلاطین عثمانی کے قیمتی نوادرات رکھے گئے ہیں۔ لباس، ہتھیار، زیورات، مصنوعات اور عثمانی تاریخ و ثقافت سے تعلق رکھنے والی اشیاء کے علاوہ یہاں ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی ہے جس میں عربی، فارسی اور ترکی کی تقریباً اٹھارہ ہزار قلمی کتابیں ہیں۔

حرم سرا کا وسیع و عریض حصہ جس میں فن تعمیر کے بہترین نمونے پائے جاتے ہیں کچھ عرصہ قبل تک سیاحوں کے لئے بند تھا لیکن اس کی مرمت اور سجائی کے بعد جو گیارہ سال میں مکمل ہوئی اس حصہ کو بھی ۸ ستمبر ۱۹۷۱ء کو سیاحوں کے لئے کھول دیا گیا ہے۔

توپ تاپو سرائے میں داخل ہونے کے لئے چار دروازے ہیں جن میں باب سعادت سب سے اچھی حالت میں ہے اور بہت ہی خوشنما ہے۔ اسی سے گزرنے کے بعد سامنے دیوان عام دکھائی دیتا ہے جسے سلیمان اعظم نے بنوایا تھا۔ دیوان عام کے قریب ہی کئی کمرے ہیں جن میں سلاطین عثمانی کے جواہرات، آلات حرب اور ان سے متعلق دوسری اشیاء رکھی گئی ہیں۔ ان ہی میں سے ایک کمرہ وہ ہے جس میں تبرکات نبویؐ رکھے گئے ہیں اور جسے خرقہ سعادت کا نام دیا گیا ہے۔

خرقہ سعادت

توپ تاپو سرائے کا وہ حصہ جہاں خرقہ سعادت ہے محمد فاتح کے زمانے میں ۱۴۷۴ء اور ۱۴۷۸ء کے درمیان تعمیر ہوا تھا۔ اُس وقت اس کی حیثیت شاہی محل کی تھی اسکو سرائے بہاؤ کہا جاتا تھا۔ بادشاہ یہاں بیٹھ کر امور سلطنت انجام دیتا تھا اور آنے والوں سے ملاقات کرتا تھا۔ فروری ۱۵۱۷ء میں سلطان سلیم اول نے مصر فتح کیا اور وہ ان تبرکات نبویؐ و تبرکات مقد

کہ جو مصر کے عباسی خلفاء کے پاس تھے۔ قاہرہ سے استانبول لے آیا اور ان کو توپ تاپو سہرا تے میں محفوظ کر دیا۔ لیکن اس وقت تک وہ کمرہ جو اب ”خرقہ سعادت“ کہلاتا ہے ان کے لئے مخصوص نہیں ہوا تھا۔ تقریباً تین سو سال تک یہ تبرکات توپ تاپو کے مختلف حصوں میں جن میں سلحدار کا خزانہ اور درواں کو شک قابل ذکر ہیں رکھے جاتے رہے۔ یہ محل بھی سہرا تے بہاؤوں کے قریب واقع ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے اوائل میں سلطان محمود ثانی (۱۸۰۸ء تا ۱۸۳۹ء) نے توپ تاپو کی رہائش ترک کر دی اور اس کے بعد سے ان آثارِ مقدسہ کے لئے وہ کمرہ مخصوص کر دیا گیا۔ جو ”خرقہ سعادت“ کہلاتا ہے۔

تبرکاتِ نبویؐ چاندی کی بنی ہوئی ایک جالی دار چھتری کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ چھتری ایک شامیانہ سے مشابہ ہے اور سترھویں صدی کے مشہور ترک سیاح اولیا چلبی (۱۶۱۱ء تا ۱۶۸۱ء) کے والد درویش محمد ظلی نے سلطان محمد مراد چہارم (۱۶۳۳ء تا ۱۶۴۰ء) کے حکم سے تیار کی تھی جو عثمانی دور کی صناعت کا بہترین نمونہ سمجھی جاتی ہے۔ درویش محمد ظلی شاہی دربار کے خاص جوہری تھے۔ اس کی چھت گنبد نما ہے۔ جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ چھت چار ستونوں پر قائم ہے۔ چھتری کا اندرونی حصہ سترھویں صدی کے زردوزی کام کا بہترین نمونہ ہے۔ ذیل کے مصرع سے جو چھتری پر لکھا ہوا ہے اس کے حساب سے چھتری کی تعمیر کی تاریخ نکلتی ہے:

سریرسیم قبہ مسند والائے سلطانی

”خرقہ سعادت“ کی طرح یہ چھتری بھی شروع میں تبرکات کے لئے مخصوص نہیں تھی بلکہ شاہی تخت کے لئے استعمال ہوتی تھی اور اسی غرض سے بنائی گئی تھی۔ لیکن محمود ثانی کے توپ تاپو سے چلے جانے کے بعد یہ چھتری تبرکاتِ نبویؐ کے لئے مخصوص کر دی گئی۔ ستونوں کے درمیان چاندی کی جو جالیاں ہیں وہ بھی محمود ثانی کے زمانے میں لگائی گئیں۔

یہ جالی دار چھتری ”خرقہ سعادت“ کے بائیں گوشہ میں اس طرح رکھی ہوئی ہے کہ زائرین کمرہ کی کھڑکی سے ان صندوقوں کو بہ آسانی دیکھ سکتے ہیں جن میں تبرکاتِ نبویؐ رکھے ہوئے ہیں۔ یہ کھڑکی ترکہ میں حاجت پینجرہ سی یعنی دُعا کی کھڑکی کہلاتی ہے۔

آنحضرتؐ سے منسوب جو تبرکات خرقہ سعادت میں رکھے ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-
 ۱۔ تلواریں :- خرقہ سعادت میں کل اکیس (۲۱) تلواریں رکھی ہوئی ہیں جن میں دو تلواریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں یہ تلواریں چاندی کے بنے ہوئے ایک منقش ڈبہ پر اس طرح رکھی گئی ہیں کہ ڈبہ کے اوپر محفل کا ایک موٹا گدا رکھا گیا ہے اور اس کے اوپر تلواروں کو رکھا گیا ہے۔ ان تلواروں کے لئے سلطان احمد اول (۱۶۰۳ء تا ۱۶۱۷ء) نے خالص سونے کے غول بنوائے تھے۔ جن میں جو اہرات برٹے ہوئے ہیں۔ ان تلواروں کے دستے بھی اسی حکمران نے برٹے اور تمام سے بنوائے ہیں۔

۲۔ کمان :- ان تبرکات میں حضورؐ سے منسوب ایک کمان بھی ہے۔ کمان کے لئے چاندی کا ایک غلاف تیار کرایا گیا ہے جس پر سیاہ کندہ کلاہی ہے۔ یہ غلاف بھی جس پر کمان سے متعلق اشعار بھی لکھے ہیں سلطان احمد اول کے حکم سے بنوایا گیا تھا۔

۳۔ پرچم :- حضورؐ کے تبرکات میں ایک پرچم بھی شامل ہے عثمانی حکمران خاص خاص موقعوں پر اس پرچم کو نکالتے تھے چنانچہ محمود ثانی کے زمانہ میں جب نظام جدید کے خلاف نئی چری فوج نے بغاوت کی تھی تو سلطان نے اسی پرچم کو بلند کر کے مسلمانوں کو اپنے گرد جمع ہونے کی دعوت دی تھی۔ یہ پرچم ایک صندوق میں بند ہے اور جانی والی پھتری کے اندر دیگر تبرکات کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔

۴۔ خرقہ شریف :- یہ وہ چادر ہے جو ایک روایت کے مطابق حضورؐ نے مشہور عرب شاعر کعب بن زہیر کو قصیدہ لکھنے پر بطور انعام دی تھی۔ اسی چادریا خرقہ کی وجہ سے پورے کمرہ کا نام خرقہ سعادت پڑ گیا۔

روایت ہے کہ کعب بن زہیر حضورؐ کے سخت مخالفوں میں سے تھے اور آپؐ کی ہجو میں اشعار لکھا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپؐ نے ان کو قتل کرنے کی اجازت

دے دی تھی۔ آخر میں ان کو ندامت ہوئی اور اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور حضورؐ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جو قصیدہ "بانت سعاد" کہلاتا ہے اور جس کو قصیدہ بردہ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قصیدہ لکھنے کے بعد کعب بن نمیر نے بھیس بادل کر حضورؐ سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ اگر کعب اسلام قبول کرے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر لے تو کیا حضورؐ اس کو معاف کر دیں گے حضورؐ جب معاف کرنے پر راضی ہو گئے تو کعب نے اپنی حبیب سے لکھا ہوا قصیدہ نکالا اور حضورؐ کو سنایا۔ رسول خداؐ اس قصیدہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ کعب کو معاف کر دیا اور اپنی چادر اتار کر ان کو دے دی۔

کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے اس چادر کو لینے کے لئے دس ہزار نفقہ درہم کی پیشکش کی تھی لیکن کعب نے چادر کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ان کی موت کے بعد ان کے وارث نے یہ چادر بیس ہزار درہم میں فروخت کر دی۔ بنی امیہ سے یہ چادر خلفائے بنی عباسؓ کو منتقل ہوئی۔ بغداد سے یہ چادر کس طرح مصر منتقل ہوئی اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بہر حال جب ۱۵۱ء میں سلطان سلیم اول نے مصر فتح کیا تو عباسی خلیفہ سے حاصل کردہ دوسرے تبرکات کے ساتھ یہ چادر بھی استانبول منتقل ہو گئی۔

چادر خالص سونے کے ایک مربع صندوق میں بند رہتی ہے۔ اس مقصد کے لئے سلطان عبدالعزیز (۱۸۶۱ء تا ۱۸۷۶ء) نے دو صندوق بنوائے تھے۔ ایک بڑا اور ایک چھوٹا۔ دونوں صندوق سونے کے ہیں۔ چادر ایک منقش کپڑے میں بند ہے جس پر کشیدہ کاری کی گئی ہے۔ یہ کپڑا اور چادر چھوٹے والے صندوق میں رکھی ہوئی ہے اور یہ صندوق بڑے صندوق میں بند کر دیا جاتا ہے۔ بڑا صندوق چاندی کی بنی ہوئی ایک میز کے اوپر رکھا ہوا ہے۔ پاس ہی ایک دوسرا صندوق ہے جس میں پرچم نبویؐ بند ہے۔ نائیرین ان دونوں صندوقوں کو کھڑکی سے آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔

سلطان احمد اول (۱۲۹۳ء تا ۱۳۱۶ء) اس صندوقچہ کو جس میں خرقہ مبارک بند ہے اپنے تخت کے پیچھے رکھا کرتا تھا تاکہ ایک مسلمان حکمران کی حیثیت سے اس کی عظمت میں اضافہ ہو۔

۵۔ نامہ سعادت :- یہ وہ خط ہے جو رسول مقبولؐ نے دعوت اسلام کے سلسلے میں

۶۲۷ء میں موقس والی مصر کو لکھا تھا۔ یہ خط ایک فرانسیسی موٹھیو بار تھیلی (BARTHLEMY) نے مصر کی سیاحت کے دوران ۱۸۵۰ء میں دریافت کیا تھا۔ یہ خط ایک خانقاہ میں موجود قطبی انجیل کے اوپر چسپاں تھا۔ آخر میں یہ خط سلطان عبدالعزیز (۱۸۲۹ء تا ۱۸۶۱ء) کو پیش کیا گیا۔ سلطان نے خط کو سونے کے ایک فریم میں لگا کر ایک صندوچہ میں رکھ دیا جس پر انتہائی حسین زر دوزی کا کام کیا گیا ہے۔ ڈبہ کا سائز $\frac{1}{4} \times 2 \times 10$ ہے۔ سنٹی میٹر ہے خط ایک جھلی پر لکھا ہوا ہے جس کا درمیانی حصہ خراب ہو گیا ہے۔ خط کا ترجمہ بھی خط کے ساتھ فریم میں لگا ہوا ہے۔

۶۔ موٹے مبارک :- خرقہ سعادت میں کچھ چھوٹی چھوٹی ڈبیاں بھی رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک ڈبہ میں جو سونے کی ہے اور جو اہرات سے مرصع ہے حضور صلعم کا موٹے مبارک بند ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضور کی ڈاڑھی کا بال ہے۔ خلیل حامدی لکھتے ہیں کہ :

”عثمانی خلفاء کے عہد سے جو تبرکات آستانہ میں موجود ہیں ان میں حضور کا موٹے مبارک بھی ہے بہر حال رمضان المبارک کے عشرہ آخر میں استانبول، انقرہ اور دیگر بڑے شہروں میں موٹے مبارک کی زیارت ہوتی ہے۔ حاضرین مسنون درود شریف پڑھتے جاتے تھے اور باری باری امام صاحب کے ہاتھ سے موٹے مبارک کو بوسہ دیتے جاتے تھے۔ صحت و عدم صحت سے قطع نظر موٹے مبارک سے حاضرین کی محبت و عشق کا منظر دیدنی تھا۔“

۷۔ گنبدِ خضر کی خاک :- مکرہ میں دوسری چھوٹی ڈبیاں ایسی ہیں جن میں وہ خاک رکھی ہوئی ہے جو حضور کے مزار سے جمع کی گئی تھی۔

موٹے مبارک کی ڈبہ اور اسی قسم کی دوسری ڈبیاں کمرے میں پٹکے ہوئے مرصع چھینکوں کے اندر رکھی رہتی ہیں۔

خرقہ سعادت میں مذکورہ بالا تبرکات نبوی کے علاوہ ایک دوسرے کمرے

میں جو دستمال کہلاتا ہے دوسرے مقدس تبرکات بھی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ قرآن مجید :- یہ قرآن سونے اور چاندی کے صندوقوں میں بند ہیں جن پر جواہرات جڑے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک قرآن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کا وہی قرآن ہے جس کی وہ شہادت کے وقت تلاوت کر لے ہے تھے۔

۲۔ خلفائے راشدین کی تلواریں :- جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے خرقہ سعادت میں اکیس (۲۱) تلواریں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں دو حضور رسالتؐ کی ہیں اور چار خلفائے راشدین کی تلواریں ہیں۔ یہ تلواریں تاریخی اہمیت کے علاوہ صناعتی کے نقطہ نظر سے بھی بڑی اہم ہیں۔ عثمانی خلفائے ان کی میاںوں اور دستوں پر جو قیمتی کام کرایا ہے اور جس طرح جواہرات جڑے ہیں وہ عثمانی دور کی صناعتی کا عمدہ نمونہ ہیں۔

۳۔ دستمال :- دستمال نامی کمرے میں حجرِ اسود کا ایک سا پنچہ ہے جو شیشہ کے ایک خانہ میں رکھا ہوا ہے۔ یہ سا پنچہ سونے کا ہے اور اس کا وزن ۶۰۰ گرام ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ اس سا پنچہ کو کس حکمران نے بنوایا ہے۔

۴۔ بابِ توبہ :- ۵۹۲ء میں سلطان محمد مراد سوم نے خانہ کعبہ کا بابِ توبہ "از سر نو تعمیر کرایا تھا۔ پورا نادر وازہ ایک مقدس امانت کے طور پر استانبول پہنچا دیا گیا جہاں اس کو خرقہ سعادت میں نصب کر دیا گیا۔ یہ دروازہ سنگ مرمر کے ایک چبوترے پر نصب ہے جو کمرے کے آخر میں ہے۔ سامنے حوض ہے اور پیچھے خلافت کعبہ لٹک رہا ہے جس پر تین کام ہے۔

۵۔ کلمہ طیبہ :- جس جالی دار چھتری میں تبرکات رکھے ہوتے ہیں اس کے ایسے طرف کی دیوار پر ایک تختی نصب ہے جس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ یہ کتبہ سلطان احمد سوم (۱۶۰۳ء تا ۱۶۱۷ء) نے بنوایا تھا۔ فریم پر سونے اور ہیرے کا جڑاؤ کام ہے اور اس کی تحریر فنِ خطاطی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

یہ ہے مختصر تعارف ان تبرکات کا جو توپ قابو سرائے میں رکھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض کی تاریخی صحت مشکوک ہو سکتی ہے لیکن ان کو جس اہتمام سے رکھا گیا ہے اور ان کے تحفظ پر کثیر اخراجات کئے گئے ہیں جو عثمانی سلاطین اور ترکی کی اسلام سے اور رسولؐ سے گہری محبت اور عقیدت کا ناقابل انکار ثبوت ہیں۔

جنوری ۱۶۷۵ء میں جب لیبیا کے وزیر اعظم عبدالسلام جلود نے ترکی کا دورہ کیا تھا تو انہوں نے توپ قابو سرائے کی سیر کے دوران خرقہ سعادت کی سیر بھی کی تھی۔ وزیر اعظم لیبیا جب اس گھرے میں پہنچے تو ان کے لئے جذباتِ عقیدت کو قابو میں رکھنا مشکل ہو گیا۔ انہوں نے پہلے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد حضورؐ کے خرقہ کو اور نوار کو بوسہ دیا۔ انہوں نے مقوقس کے نام کا وہ خط بھی دیکھا جس پر حضورؐ کی مہر لگی ہوئی ہے اور اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

”ترکوں اور اسلامی تاریخ کی عظمت کو دیکھ کر یہ ناممکن ہے

کہ انسان میں سببانی کیفیت نہ پیدا ہو جائے“ ۱۹

توپ قابو عجائب گھر کے دوسرے حصوں کی طرح خرقہ سعادت والا حصہ بھی بولائی، آگست اور ستمبر کو چھوڑ کر باقی ہینڈوں میں منگل کے علاوہ ہر دن شام کو تین سے پانچ بجے تک کھلا رہتا ہے۔ خرقہ شریف چاندی کے صندوق میں بند رہتا ہے اور اس کو دیکھنے کے لئے خاص اجازت نامہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔

خرقہ سعادت کے قریب کھڑے ہونے اور آنے جانے کے آداب مقرر ہیں۔ جن کی پابندی لازمی ہے۔ اس مقصد کے لئے ترکی کے علاوہ انگریزی، جرمن اور فرانسسی زبانوں میں دروازہ کے پاس ہدایات لکھ کر لگادی گئی ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات ترکی کی وزارتِ سیاحت و اطلاعات کے ایک کتابچے پر مبنی ہیں اس کے علاوہ جن دوسرے ماخذ سے مدد لی گئی ہے، میں نے اس کا حوالہ حاشیہ میں دے دیا ہے۔

(سوحاشی وحوالہ جات اگلے صفحہ پر)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ دومد کی طرح استانبول بھی سات پہاڑیوں پر آباد ہے۔ ان میں سے ایک پہاڑی وہ ہے جس پر توپ تاپلو سرائے اور اس سے متعلق باغات واقع ہیں۔ سترھویں صدی میں توپ تاپلو کی چہار دیواری کے اندر چاس ہزار افراد رہتے تھے۔

۲۔ ZEYNEP M. DURUKAN; THE HAREM OF THE
TOPKAPI PALACE — ISTANBOL, 1973 —

۳۔ یورپ نامرخصتہ اقل از حکیم محمد سعید ص ۱۷۲-۱۷۳، حکیم صاحب نے ترکی کا سفر ۱۹۵۶ء میں کیا تھا۔

۴۔ اولیا چلبی اسلامی دنیا کا آخری بڑا سیاح ہے۔ اس نے ترکی، شام، عراق، ایران، عرب، مصر، سوڈان، حبش، قفقاز، روس، جزیرہ نمائے بنگان، ونیس، ویانا، جرمنی، ڈنمارک اور اس سے ملحقہ ملکوں کی سیر کی تھی اور اپنی اس سیر کے حالات ایک سفر نامہ میں قلمبند کئے جو تقریباً چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور حال ہی میں دانش من پھوری، استانبول نے بیس حصوں میں جدید رسم الخط اور زبان میں منتقل کر کے شائع کر دیا ہے۔

۵۔ یہ مصر عدوین ہرد میں لکھا ہوا تھا اس لئے ممکن ہے خط نستعلیق میں منتقل کرتے وقت مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔

۶۔ محمد عزیز، دولت عثمانیہ حصہ دوم اعظم گڑھ

۷۔ خلیل حامدی، ترکی قدیم و جدید ص ۱۲۳۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۲ء۔ خلیل حامدی نے ترکی کا سفر ۱۹۶۸ء میں کیا تھا۔

۸۔ حضرت عثمان کے زمانے میں لکھے ہوئے مصاحف خصوصاً اس مصحف کی موجودگی کے بارے میں روایات مختلف ہیں جو شہادت کے وقت حضرت عثمان کی تلاوت میں تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عثمان کا مصحف دمشق کی جامع اموی میں اب تک محفوظ ہے اور جب سلطان سلیم عثمانی نے دمشق فتح کیا تھا تو اس کی تلاوت بھی کی تھی۔ دوسری روایت کے مطابق مصحف عثمانی صید (مصر) کے شہر بہنسا میں تھا۔ اور اس پر خون کے دھبے تھے بعد میں یہ نسخہ لاپتہ ہو گیا اور کہا جاتا ہے کہ تاشقند میں جو مصحف عثمانی

ہے وہ یہی ہے تیسری روایت کے مطابق جامع اموی والا نسخہ پہلی جنگِ عظیم تک جامع اموی میں محفوظ تھا پھر وہاں سے استانبول منتقل کر دیا گیا۔ چوتھی روایت کے مطابق مصحفِ عثمانی کا ایک نسخہ سمرقند کی جامع عبداللہ احرام میں محفوظ تھا اور جب سمرقند پر روس کا قبضہ ہوا تو یہ نسخہ سینٹ پیٹرس برگ (لینن گراڈ) منتقل کر دیا گیا۔ اس کے فوٹو عکس کچھ فضلانے حاصل کئے ہیں۔ بہت سے لوگ تبرک کے طور پر اس کے بعض اجزا ادا لے گئے، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کا عکس مصحفِ عثمانی کے اصل رسم الخط سے مختلف ہے۔ اشتراکی انقلاب کے بعد یہ نسخہ امیر بخارا کو دے دیا گیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصل مصحف کھو گیا اور امیر تک نہیں پہنچا۔ پانچویں روایت کے مطابق محسن کی جامع سیدنا خالد میں مصحفِ عثمانی کا ایک نسخہ جو پہلی جنگِ عظیم کے دوران جرمنی نے حاصل کر لیا تھا اور بعد میں یہ نسخہ استانبول منتقل کر دیا گیا تھا جہاں اب وہ توپ فاپو کے عجائب گھر میں ہے۔ مصحفِ عثمانی سے متعلق مختلف روایات کے لئے ملاحظہ کیجئے، محمد راغب الطباخ کی کتاب "تاریخ افکار و علوم اسلام" (اردو ترجمہ) حصہ اول ص ۱۶ تا ص ۱۳۲ اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۶۸ء۔

۹ ہفت روزہ "بینی دین ملی مجادلہ" استانبول مورخہ ۴۱ — ۲۵ جنوری ۱۹۷۵ء

۱۰ RELICS OF ISLAM شائع کردہ وزارتِ سیاحت و اطلاعات، استانبول ۱۹۶۶ء